صحابہ کرامؓ، اولیاءؒ، صوفیاؒ، اور فکرِ اقبال اردو نظموں کے تناظر میں

بادشاہ منیر بخاری
انوار الحق

Abstract:

Apart from being a great poet and philosopher, Iqbal was also a sage. However, he rescued the nation of Islam from the problems of slavery, ignorance, inferiority complex and decline. He made the personalities of the Companions, saints and Sufis among the ideal personalities of the Islamic nation in a special way in his poem, and he tried his best to create in them the virtues found in him. Allama taught the truthfulness of Hazrat Abu Bakr Siddiq, the justice of Hazrat Umar Farooq, the courage of Hazrat Ali, the sacrifice of Imam Hussain. He described the spirit of martyrdom of Hazrat Ubaidah, the piety and intelligence of Hazrat Salman Farsi and the leadership of Hazrat Khalid bin Waleed as ideal for modern Muslims. Thus in Sufis and saints, Hazrat Owais Qarni's Ishq Rasool, Hazrat Junaid's Vision, Hazrat Imam Ghazali's knowledge and intelligence, Mujaddid Allaf Sani confidence and Khwaja Moin-ud-Din's love for humanity given the best examples and repeated urges to imitate their lives and teachings, This article gives a brief overview on how Allama Iqbal viewed and portrayed these great personalities.

سائنسی شور اور مشینی دھوئیں میں گم مغربی تہذیبی یلغار کی ماری اور زمین و آسمان کی دھتکاری مسلمان قوم نے کی ناکام جنگِ آزادی کے نتیجے میں سلطنت و حکومت کھونے کے بعد اپنی تہذیب، مذہب اور حقیقی تشخص سے بھی

ہاتھ دھوئے، تو اللہ نے اقبال جیسی شخصیت کو اس ناقہ بے زمام کو راہ پر لانے اور اسے دوبارہ حقیقی تشخص عطا کرنے کے لیے پیدا فرمایا، جس نے یہ کام سرانجام دینے کے لیے مختلف حربے استعمال کیے، اِن بڑے بڑے حربوں میں ایک حربہ یہ بھی تھا کہ تاریخ سے خاص شخصیات کا چناؤ کرنا اور پھر ان کی سیرت وتعلیمات روشنی جدید امتِ مسلمہ کے افراد کے کردار کی تشکیل تھی، جس کے لیے علامہ نے انبیائے کرام کے علاوہ صحابہ کرام کے سیرت و کردار ہائے عظیم الشان کی طرف رجوع کیا، جن میں حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت علیؓ، حضرت امام حسین علیہ السلام، حضرت بلالؓ، حضرت بوذرؓ، حضرت بوعبیدہؓ، حضرت سلمان فارسیؓ، حضرت ابوایوب انصاریؓ اور خالد بن ولیدؓ کے کرداروں کو متعدد موضوعات واسالیب کے تحت استعمال کر کے علامہ نے اپنی نظموں کی آبرو بڑھائی ہے۔

جہاں تک حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کے کردار ہیں تو وہ پہلی دفعہ ''بانگِ درا'' کے آخری حصے کی نظم ''صدیق'' میں آئے ہیں، مذکورہ نظم میں جنگِ تبوک کے دوران (جہاد فی سبیل اللہ کے لیے) عمرؓ نے اپنا نصف اثاثہ اور ابوبکرؓ نے تمام اثاثہ سامنے لا کر پیش کیا۔ یہی واقعہ مذکورہ نظم میں بیان کیا گیا ہے: ''علامہ اقبال، ابوبکرؓ صدیقؓ کی شخصیت سے بہت متاثر تھے تاہم وہ انھیں رفیقِ نبوت، خاصہ خاصانِ عشق، راز دارِ محبت اور مردِ وفا سرشت کے القابات سے متعارف کراتے ہیں۔''[۱] اِس طرح وہ ''بالِ جبریل'' کی نظم ''ساقی نامہ'' میں ملتِ اسلامیہ کے نوجوانوں کے لیے دلِ مرتضیٰ اور سوزِ صدیق کے متقاضی دکھائی دیتے ہیں، اسلام نے آقا و غلام کے تمیز کو مٹایا، اقبال کے مطابق اِس تعلیم کا سب سے اعلیٰ نمونہ جناب فاروقؓ نے پیش کیا، جب کہ وہ بیت المقدس کے فتح کے لیے جا رہے تھے، اقبال کہتے ہیں کہ ''جہاں تک مجھے معلوم ہے دنیا کی کسی قوم کی تاریخ ایسی مثال پیش نہیں کر سکتی اور مسلمان اس تعلیم پر جس قدر ناز کریں بجا ہے۔''[۲]

صحابہ کرامؓ میں علامہ کو حضرت علی علیہ السلام سے غیر معمولی محبت تھی، جس کا اظہار ان کی تمام اردو اور فارسی شاعری میں موجود ہے، اقبال نے متعدد مقامات پر اپنی شاعری میں حضرت علی علیہ السلام کے کردار کو نام کے علاوہ بوتراب، حیدر اور مرتضیٰ جیسے القابات کے ساتھ بھرپور انداز میں استعمال بلکہ 'زورِ حیدر' اور 'بازوئے حیدر' وغیرہ تو باقاعدہ علامہ کی نظموں میں جان دار استعاروں اور اصطلاحات کی صورت اختیار کر گئیں، یہاں تک کہ اقبال کے سخت ترین نکتہ چین ایران کے شہید مطہری بھی علامہ کے حضرت علی سے بے پناہ محبت کے ضمن میں لکھتے ہیں:

> ''اقبال اگرچہ رسمی طور پر سنی مذہب رکھتا تھا، لیکن وہ پیغمبر ﷺ کے اہلِ بیت سے بے پناہ ارادت رکھتا تھا، اس نے ان کی شان میں ایسی انقلابی نظمیں کہی ہیں جو تمام شیعہ شعرا کی شائع شدہ کتابوں میں بھی نہیں ملتیں۔''[۳]

اقبال جدید لادین تہذیب کے نظر فریب محل کی دیواروں کو توڑنے کے لیے 'ضربِ حیدری' کے متقاضی ہیں، اس لیے وہ بار بار ملتِ اسلامیہ کی توجہ اپنی نظموں میں اس کی طرف دلاتے ہیں، ان کے مطابق:

مٹایا قیصر و کسریٰ کے استبداد کو جس نے
وہ کیا تھا زورِ حیدر، فقرِ بوذر، صدقِ سلمانی ۴

یہی وجہ ہے کہ 'زورِ حیدری' نے اقبال کو دانشِ افلاطونی سے بے نیاز کر دیا، کیوں کہ زندگی قوت سے ہے، اقبال کے نزدیک مذہب قوت کے بغیر محض فلسفہ ہے، لہٰذا مذہب کو زورِ حیدری کی ضرورت ہے، اسی لیے وہ یوں دعا گو ہوتے ہیں:

دلوں کو مرکزِ مہر و وفا کر
حریمِ کبریا سے آشنا کر
جسے نانِ جویں بخشی ہے تو نے
اسے بازوئے حیدر بھی عطا کر ۵

اقبال نے حضرت علی علایہ السلام کے کمالات کو اپنی نظموں میں متنوع زاویوں سے پیش کیا ہے، وہ (اقبال) انتہائی ارادت سے مدینہ منورہ اور نجف اشرف کی خاک کو اپنی آنکھ کا سرمہ قرار دیتے ہیں اور اسی سرمے کا فیضان ہے کہ مغربی علوم وفنون کا جلوہ ان کی آنکھ کو ذرہ برابر خیرہ نہ کر سکا۔۶

حضرت علی علیہ السلام کے علاوہ فرزندِ علی جناب حضرت امام حسین علیہ السلام کے کردار کو علامہ نے پوری ملتِ اسلامیہ کے لیے بطورِ نمونہ پیش کیا، اقبال کے دور میں بھی باطل (انگریز) اس انداز میں غالب، زور آور، ظالم اور خون خوار تھا، جس طرح امام حسین کے دور میں یزیدی فوج، لیکن امام حسین یہ السلام کے پاس عشقِ خدا اور عشقِ رسول ﷺ کا انمول جوہر تھا، اِس لیے یزید تا قیامت ملعون ومطعون ٹھہرا اور امام حسین یہ السلام مقبول ومحمود، اِسی لیے تو امام حسین کی صبر، استقامت، حق گوئی، بے باکی، مظلومیت اور خصوصاً عظیم قربانی کی پوری ایک دنیا معترف اور مداح نظر آتی ہے، اور اسی لیے اقبال نے انھیں مجسم عشق قرار دیا، اقبال کے مطابق:

صدقِ خلیل بھی ہے عشق، صبرِ حسین بھی ہے عشق
معرکہ وجود میں بدر و حنین بھی ہے عشق ۷

حضرت امام حسین یہ السلام ملتِ اسلامیہ کی منفرد ہستی اور عظیم تاریخ ساز شخصیت ہیں، علامہ اقبال نے حضرت حسین علیہ السلام کو باطل قوتوں کے خلاف حق کی خاص علامت قرار دے کر اپنے کلام میں جا بجا خراجِ تحسین پیش کیا۔۸ اور موجودہ دور میں وہ جب ملتِ اسلامیہ پر نظر دوڑاتے ہیں تو انھیں حسین جیسی اوصاف رکھنے والی ایک بھی شخصیت نظر نہیں آتی، اِس لیے بے اختیار کہہ اٹھتے ہیں:

قافلہ حجاز میں ایک حسین بھی نہیں
گرچہ ہیں تاب دار ابھی گیسوئے دجلہ و فرات ۹

اقبال خود عاشقِ رسول ﷺ تھے اور عشاقِ رسول ﷺ کے عاشق بھی تھے،اس لیے انھیں حضرت بلالؓ سے بھی زبردست محبت ہے تاہم اس نے ''بانگِ درا'' میں پہلے تیرہ اشعار اور پھر دس اشعار پر مشتمل دو نظمیں ''بلالؓ'' کے عنوان سے لکھیں،اقبال کے مطابق بلالؓ کی زندگی ہر دور کے مسلمانوں کے لیے آئیڈیل ہے،کیوں کہ شدید ترین دورِ ابتلا میں بھی ان کے پائے ثبات میں لغزش نہیں آئی،اور وہ توحید پر قائم رہے۔[۱۰] اقبال اپنی نظم شکوہ میں خدا کے حضور شکوہ کرتے ہیں کہ ہم مسلمان حضرت بلال کی زندگی کو اپنے لیے سرمایہ افتخار سمجھتے ہیں اور تکبیر کی آگ ہمارے سینوں میں ہے پھر بھی ہم ذلیل وخوار ہیں لیکن جوابِ شکوہ میں جواب ملتا ہے (جو کہ اقبال نے خود دیا ہے) کہ رسمِ اذاں تو رہ گئی ہے لیکن روح بلال بالکل نہ رہی،علامہ کے مطابق عشقِ رسولؐ نے حضرت بلال کو ہمیشہ کے لیے امر کرلیا،ان کے بقول:

اقبال کس کے عشق کا یہ فیضِ عام ہے
رومی فنا ہوا حبشی کو دوام ہے[۱۱]

صحابہ کرامؓ میں حضرت بلالؓ کے علاوہ حضرت بوذرؓ کا کردار بھی اقبال کی نظموں میں مستعمل ہے،علامہ کو فقرِ بوذرؓ سے خصوصی شغف تھا،لیکن اس فقر سے مراد غریبی اور مفلسی نہیں بلکہ استغنا ہے،یہی فقرِ بوذرؓ وہ ملتِ اسلامیہ کے ان تمام افراد ہر فرد میں دیکھنے کے متمنی تھے،جو اس دور میں مغربی مادیت پرستی کے ریلے میں تنکوں کی طرح بہہ رہے تھے۔

حضرت بوذرؓ کے علاوہ ابوعبیدہ الجراحؓ کا کردار بھی علامہ کی نظم ''جنگِ یرموک کا واقعہ'' میں ایک دفعہ آیا ہے، ابوعبیدہ الجراحؓ کا اصل نام عامر بن عبداللہ بن جراحؓ تھا،عشرہ مبشرہ میں ان کا نام آتا ہے،کئی جنگوں میں سپہ سالار کی حیثیت سے خدمات انجام دیے،جنگِ یرموک:۱۵/ ہجری میں عمر فاروقؓ کے عہد میں واقع ہوئی،جنگ شروع ہونے سے قبل مسلمان نوجوان مسلح ہو کر صفیں باندھے آمادہ پیکار تھے کہ ایک نوجوان پارے کی طرح تڑپ کر اپنی صف سے باہر نکلا اور سپہ سالار ابوعبیدہؓ سے استدعا کی کہ مجھ میں مزید صبر کی طاقت نہیں رہی، مجھے جنگ کی اجازت مرحمت فرمائیں تاکہ جلد شہید ہو کر سرورِ کائنات ﷺ کی بارگاہ میں پہنچ جاوں،اقبال نے ذیل کے شعر میں اِس واقعہ کو یوں قلم بند کیا ہے:

اے بوعبیدہ رخصتِ پیکار دے مجھے
لب ریز ہو گیا میرے صبر و سکوں کا جام[۱۲]

حضرت سلمان فارسیؓ کا کردار بھی ''بانگِ درا'' کی تین نظموں (''بلالؓ''، ''شکوہ'' اور ''طلوعِ اسلام'') میں آیا ہے،حضرت سلمان فارسیؓ،حضورِ اکرم ﷺ کے جلیل القدر صحابی ہیں،زہد وتقوی،عجز وانکسار اور عشقِ رسول ﷺ کے علاوہ ان کی دانائی وذہانت بھی ضرب المثل تھی۔حضرت سلمان فارسیؓ کے نقشِ قدم پر مسلمانوں کو چلانے کے متمنی

تھے، کیوں کہ اقبال کے تجزیے کے مطابق:

مٹایا قیصر و کسریٰ کے استبداد کو جس نے
وہ کیا تھا زورِ حیدر، فقرِ بوذر، صدقِ سلمانی ۱۳

علامہ اقبال نے اپنی شاعری میں مسلمانوں کو دینِ اسلام کے استحکام اور امتِ مسلمہ کی بقا کے لیے جہاد اور جاں بازی کا درس اپنی نظموں میں دیا ہے، اس لیے ان کی نظموں میں ایسے کرداروں کی آمد ضروری تھی جو شجاعت اور بہادری میں ایک نام اور مقام رکھتے ہوں، تاہم ان کی نظموں میں مذکورہ صحابہؓ کے علاوہ اسلام کے عظیم جرنیل حضرت خالد بن ولیدؓ کا کردار بھی مستعمل ہے، حضرت خالد بن ولیدؓ کا کردار ان کی نظم ''آزادیٔ شمشیر کے اعلان پر'' کے ایک شعر میں یوں آیا ہے:

قبضے میں یہ تلوار بھی آ جائے تو مومن
یا خالد جاں باز ہے یا حیدر کرار ۱۴

درج بالا شعر کے بارے میں مولانا غلام رسول مہر لکھتے ہیں کہ : میں انگریز حکومت کے خلاف جو ہنگامہ بپا ہوا تھا اس میں کامیابی حاصل کر لینے کے بعد انگریزی حکمرانوں نے تمام ہندوستانیوں سے ہتھیار لے لیے تھے اور پورے ملک کو نہتا کر دیا تھا،: ''میں اہلِ پنجاب کو تلوار رکھنے کی اجازت ملی، یہ شعر اس موقعے پر لکھے گئے تھے.....'' ۱۵

صوفیا اور اولیا کرام رحمت اللہ علیہ کے کردار:

فکرِ اقبال کے اولین مآخذ قرآنی اور اسلامی تعلیمات ہیں، لہٰذا ان کے ہاں مذہبی کردار بھی بہت زیادہ ہیں، دیگر مذہبی کرداروں کی مانند علامہ کی نظموں میں مذہبی کردار بھی متنوع فکری اسالیب کے تحت استعمال ہوئے ہیں۔

علامہ اقبال کو حقیقی اولیائے کرامؒ سے والہانہ محبت تھی، لہٰذا ان کی اردو نظموں میں حضرت اویس قرنیؒ، بوالحسنؒ، ابنِ عربیؒ، بایزید بسطامیؒ، جنید بغدادیؒ، خواجہ معین الدین چشتیؒ، شیخ احمد سرہندیؒ (مجدد الف ثانیؒ) اور نظام الدین محبوبِ الٰہیؒ جیسے عظیم صوفیا و اولیا کے کردار متعدد مقامات پر ان کی نظموں کا حصہ بنے لیکن اس کے باوجود بھی یہ ایک افواہ علامہ کے حوالے سے مشہور ہو گئی تھی کہ وہ تصوف اور صوفیا کے خلاف تھے، درحقیقت مذکورہ افواہ صداقت سے خالی ہے، اِس حوالے سے ڈاکٹر سید عبداللہ لکھتے ہیں:

> ''علامہ اقبال تصوف کے بعض رنگوں، رسموں اور طریقوں (مثلاً یونانی، رہبانی اور ہندو تصوف) کے تو واقعی مخالف تھے، لیکن قرآنی تصوف کو بڑی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے تھے، وہ سچے تصوف (وارداتِ باطنی باشعور ولایت) میں گہرا اعتقاد رکھتے تھے۔'' ۱۶

ڈاکٹر سید عبداللہ کی رائے متوازن ہونے کے علاوہ حقیقت پر بھی مبنی ہے، تاہم یہ بھی سچ ہے کہ حضرتِ علامہ کی

نگارشات میں صوفی وملا کی منفی تصوف کے خطرناک اثرات ونتائج کی وجہ سے کی گئی لیکن اصل حقائق سے غفلت برت کر یہ طے کرنا کہ اقبال تصوف اور تمام صوفیا کے دشمن تھے، درست نہیں، اِس حوالے سے علامہ اقبال کے ذہن میں کیا تھا؟ اس کا اظہار ان کے درج ذیل بیان سے بخوبی ہو جاتا ہے:

> ''اگر وقت نے مساعدت کی تو میں تحریکِ تصوف کی ایک مفصل تاریخ لکھوں گا اِن شا اللہ، ایسا کرنا تصوف پر حملہ نہیں بلکہ تصوف کی خیر خواہی ہے، میرا مقصد یہ دکھانا ہوگا کہ اس تحریک میں غیر اسلامی عناصر کون سے ہیں، اور اسلامی عناصر کون سے ہیں؟، اِس وقت صرف اس قدر عرض کرنا کافی ہوگا کہ یہ تحریک غیر اسلامی عناصر سے خالی نہیں اور میں اگر اختلاف کرتا ہوں تو صرف ایک گروہ سے جس نے محمد عربی ﷺ کے نام پر بیعت لے کر دانستہ یا نادانستہ ایسے مسائل کی تعلیم دی جو مذہبِ اسلام سے تعلق نہیں رکھتے ،حضراتِ صوفیہ میں سے جو گروہ رسول ﷺ کی راہ پر قائم ہے اور سیر صدیقی کو سامنے رکھتا ہے، اس گروہ کا خاکِ پا ہوں، اور ان کی محبت کو سعادت دارین کا باعث تصور کرتا ہوں۔'' ۱۷

اقبال کے اپنے بیان کے مطابق وہ اپنے آپ کو حقیقی صوفیا واولیا کی خاکِ پا سمجھتا ہے اور اس سلسلے میں پہلا کردار حضرت اویس قرنیؒ کا کردار ہے، حضرت اویس قرنیؒ بعض تذکرہ نگاروں کے مطابق صحابہؓ اور بعض کے مطابق تابعین میں شمار ہوتے ہیں، لیکن ان کا اصل سلسلہ چوں کہ اولیاؒ میں ہے تو یہاں پر انھیں اولیاؒ کے زمرے میں رکھا گیا ہے، حضرت اویس قرنیؒ کا کردار پہلی دفعہ ''بانگِ درا'' کی نظم ''بلالؓ'' میں آیا ہے، لیکن وہاں ان کی کوئی خاص فکری جہت نہیں بنتی، البتہ نظم ''شکوہ'' کا درج ذیل شعر حضرتِ اویس قرنیؒ کے کردار کی عظمت پر دال ہے:

عشق کو، عشق کی آشفتہ سری کو چھوڑا
رسمِ سلماں و اویس قرنی کو چھوڑا ۱۸

درج بالا شعر میں علامہ فتوی دیتے ہیں کہ مسلمان اِس لیے خوار و ذلیل ہوئے کہ انھوں نے سلمان فارسیؓ اور اویس قرنیؒ کے طریق ہائے عشق کو چھوڑ دیا ہے، اویس قرنیؒ کے علاوہ علامہ کو بایزید بسطامیؒ اور جنید بغدادیؒ سے بھی غیر معمولی محبت تھی، اپنی پوری اردو و فارسی شاعری میں ان حضرات کے کردار جا بجا خاص ذوق وشوق کے ساتھ علامہ نے استعمال کیے، حضرت جنید بغدادیؒ اور بایزید بسطامیؒ کے کردار تقریباً ہر مقام پر یک جا آئے ہیں؛ ''بالِ جبریل'' کی نظم ''ذوق وشوق'' کے چوتھے بند (جو عشقِ رسول ﷺ میں اِس حد تک ڈوبا ہوا ہے کہ نعتیہ شاعری میں ضرب المثل کی حیثیت رکھتا ہے) میں دونوں حضرات کا تذکرہ یوں آیا ہے کہ علامہ نے فقرِ جنید و بایزید کو آپ ﷺ کا جمالِ بے نقاب کہا ہے، بقولِ علامہ:

شوکتِ سنجر و سلیم تیرے جلال کی نمود

فکرِ جنید و بایزید تیرا جمالِ بے نقاب ۱۹

حضرت جنید بغدادیؒ کو اللہ نے عظیم صلاحیتوں سے نوازا تھا، شیخ عطار نے ''تذکرہ اولیاؒ'' میں ان کے اقوال وافکار، حکایات اور واقعات بیان کیے ہیں، ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ بڑے درویش، عالم، عارف، خدا رسیدہ، عبادت گزار اور راسخ العقیدہ مسلمان تھے، انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا، وہ معرفت میں اپنے پیر سے آگے تھے، ان کی تقریر کی تاثیر سے سامعین بے ہوش ہو جاتے تھے اور عیسائی مسلمان ہو جاتے تھے۔ ۲۰ علامہ ملتِ اسلامیہ کے افراد کے لیے دلِ جنید کے متقاضی تھے۔ اس کے علاوہ ارمغانِ حجاز کی نظم ملا زادہ ضیغم لولابی کشمیری کی بیاض کا ایک شعر اس حوالے سے یوں ہے:

دگر بمدرسہ ہائے حرم نمی بینم

دلِ جنید و نگاہِ غزالی و رازی ۲۱

علامہ کے ملفوظات میں ایک مجلس میں انہوں نے فرمایا ! علم کا تیسرا درجہ ''علم النفس'' ہے، جس کا آغاز ''فی انفسکم افلا تبصرون'' ہے، اس کو حضرتِ جنیدؒ اور ان کے رفقا و اتباع نے کمال تک پہنچایا۔ ۲۲ بایزید بسطامیؒ کے سلسلے ہی سے منسوب ابوالحسن خرقانیؒ کا کردار بھی ''بالِ جبریل'' کی ایک رباعی میں آیا ہے، علامہ لکھتے ہیں:

یہ نکتہ میں نے سیکھا بوالحسن سے

کہ جاں مرتی نہیں مرگِ بدن سے

چمک سورج میں کیا باقی رہے گی

اگر بیزار ہو اپنی کرن سے ۲۳

اِس چومصرع میں علامہ نے روح کی لافانیت کا تذکرہ کیا ہے، مذکورہ اولیا و صوفیاؒ کے علاوہ شیخ اکبر محی الدین ابنِ عربیؒ کا کردار براہِ راست تو علامہ کے کسی بھی نظم میں نہیں آیا، البتہ ''ضربِ کلیم'' کی نظم ''ابلیس و یزداں'' کے ذیلی حواشی میں علامہ نے ماخوذ از ابنِ عربی لکھا ہے، مذکورہ نظم میں ابلیس و یزداں کے درمیان ابلیس کے حرفِ استکبار کے واقعہ کا تذکرہ ہے، جس سے اقبال نے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ ہر چند شیطان کہتا ہے کہ یہ اللہ کی مرضی نہیں تھی کہ آدم کو سجدہ کروں، لہٰذا میں اللہ کی مرضی سے مجبور نہ تھا کہ سجدہ نہ کروں، حالاں کہ اس نے خود اپنی مرضی سے سجدہ نہیں کیا، تو مقصد اس کا یہ ہے کہ ہم مکمل طور پر تقدیر کے پابند نہیں، بلکہ اللہ نے ہمیں بہت سی باتوں میں مکمل اختیار عطا کیا ہے۔

علامہ اقبال کے افکار و نظریات سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ انھیں مجدد الف ثانیؒ (شیخ احمد سرہندیؒ) سے بھی خاصا دلی رابطہ تھا، اسی محبت و انس میں علامہ نے ''بالِ جبریل'' میں ''پنجاب کے پیرزادوں کے نام'' کے عنوان سے

مکمل نظم لکھی، چند اشعار درج ذیل ہیں:

حاضر ہوا میں شیخ مجدد کی لحد پر
وہ خاک کہ ہے زیرِ فلک مطلعِ انوار
گردن نہ جھکی جس کی جہاں گیر کے آگے
جس کے نفس گرم سے ہے گرمی احرار ۲۴

علامہ نے مجدد کے مزار پر حاضری کا اپنے خطوط میں کئی مقامات پر تذکرہ کیا ہے۔ ۳۰/ جون ۱۹۳۴ء کے ایک خط میں لکھتے ہیں: ''میں ہفتہ کی شام سرہند سے واپس آ گیا تھا، نہایت عمدہ اور پرفضا جگہ ہے، ان شا اللہ پھر جاؤں گا۔'' ۲۵ حضرت مجدد الف ثانیؒ اور علامہ اقبال برصغیر میں مسلمانوں کے نہایت خطرناک دور میں پیدا ہوئے، دونوں اپنے اپنے دور کے خلاف شدید ردِعمل تھے، دونوں وقت کے مخالف قوتوں کے سامنے کھڑے ہو گئے، علامہ اقبال نے مجددؒ کی طرح زمانے کے نازک ترین حالات میں مسلمانوں کی تاریخ ساز خدمت کی، غیر اسلامی نظریات کی تردید میں نہایت بے باکی سے قلم اٹھایا، مغربی تہذیب وتمدن کے ملحدانہ رجحانات کی بیخ کنی کرنے میں انھوں نے کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ ۲۶ مذکورہ علما وصوفیاؒ کے علاوہ بانگِ درا کی نظم ہندوستانی بچوں کا قومی گیت کے پہلے شعر میں سلطان الہند خواجہ غریب نواز حضرت معین الدین چشتیؒ کا کردار یوں آیا ہے:

چشتی نے جس زمیں میں پیغامِ حق سنایا
نانک نے جس چمن میں وحدت کا گیت گایا ۲۷

مذکورہ نظم اقبال نے اس دور میں کہی جس دور میں ان کی شاعری پر وطن پروری کا رنگ غالب تھا، خواجہ معین الدین چشتیؒ نے نہ صرف ہندوستانی اقوام میں اتحاد ومحبت پیدا کرنے کی کوشش کی بلکہ تمام اقوام ہند اس کی بہت قدر کرتے تھے۔ مزید برآں وہ ان بزرگوں میں اہم مقام رکھتے ہیں جنھوں نے ہندوستان میں اسلام کی شمع فروزاں رکھی، ڈاکٹر خلیق نظامی کے بقول: ''ہندوستان میں سلسلہ چشتیہ کی داغ بیل حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کے ہاتھوں پڑی، حضرت بابا گنج شکرؒ سے اسے منظّم کیا اور حضرت شیخ نظام الدین اولیاؒ نے اسے معراج تک پہنچایا۔ ۲۸ اِس کے علاوہ (علامہ کی اردو نظموں میں) حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہیؒ کا کردار تو کسی نظم میں براہِ راست مذکور نہیں لیکن ''بانگِ درا'' کے حصہ دوم کی آخری نظم ''التجائے مسافر'' کے ذیلی حواشی میں بہ درگاہِ حضرت محبوبِ الٰہیؒ دہلی لکھا ہوا ہے۔ اقبال نے ۱۹۰۵ء میں اعلیٰ تعلیم کے لیے انگلستان جاتے ہوئے درگاہ حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہیؒ پر حاضر ہو کر ''التجائے مسافر'' کے عنوان سے ایک نظم لکھی، جس میں انہوں نے محبوب الٰہیؒ موصوف کی تعریف کے بعد اپنی ترقی کے لیے دعا مانگی، نظم کا آخری شعر یوں ہے:

شگفتہ ہو کے کلی دل کی پھول ہو جائے
یہ التجائے مسافر قبول ہو جائے [۲۹]

اِس حوالے سے ڈاکٹر محمد طاہر فاروقی لکھتے ہیں کہ

''جس شرابِ علم کی لذت اقبال کو وطن کے نگارخانے سے کشاں کشاں لے گئی، تین سال بعد وہ اس سے مخمور ہو کر جولائی: میں پھر وطن کے نگارخانے میں واپس آ گئے، چناں چہ جس طرح جاتے وقت آپ محبوبِ الٰہیؒ کے مزار پر حاضری دے کر عازمِ سفر ہوئے تھے اسی طرح ولایت سے واپسی پر بھی آپ درگاہِ خواجہ پر حاضر ہو کر لاہور آئے۔'' [۳۰]

اس کے علاوہ اقبال بزرگانِ دین وملت کے مزارات پر حاضر ہوتے تھے اور ایسے سپہ سالاروں کے مزارات پر بھی جاتے تھے جس کی شجاعت، ہمت اور جان بازی کے کارنامے تاریخ کے صفحات میں بکھرے پڑے ہیں، لہٰذا اسلامی تصوف اور حقیقی صوفیا و اولیا سے اقبال نہ صرف غیر معمولی عقیدت و محبت رکھتے تھے بلکہ ان کے مبارک کرداروں کو اپنی نظموں کا حصہ بنا کر مختلف موضوعات کی طرف اشارے بھی کیے ہیں۔

گزشتہ تمام مباحث کو مدنظر رکھتے ہوئے با آسانی اِس نتیجے پر پہنچا جا سکتا ہے کہ اقبال نے ایک جدید، فطری، حقیقی، معنی آفریں اور تخلیقی انداز میں مذہبی کرداروں کو برتا ہے، جس سے انھوں نے نہ صرف خالص اسلامی تخیل و ادبیات کے تحت متنوع انداز میں استعمال کر کے ملتِ اسلامیہ کے افراد کے اذہان بیدار کرنے کی کوشش کی ہے، بلکہ عصرِ حاضر کے تقاضاوں سے نبرد آزما ہونے کے لیے پوری نوعِ انسانی کو خالص قرآنی فلسفہ اور اسلامی تعلیمات کی طرف رجوع کرنے کی بار بار دعوت دی ہے۔

حواشی:

۱۔ محمد اقبال، علامہ، مقالاتِ اقبال، مرتب: عبدالواحد معینی، ص ۱۸۰
۲۔ ظہورالدین احمد، ڈاکٹر، مضمون: ابوبکر صدیق مشمولہ: دائرہ معارفِ اقبال، جلد اول، ص ۱۶۳
۳۔ مطہری، استاد شہید، بیسویں صدی کی اسلامی تحریکیں، تہران: ۱۳۶۲ ہجری، ص ۳۵
۴۔ محمد اقبال، علامہ، کلیاتِ اقبال (اردو)، (کراچی: فضلی سنز اشاعت ہفتم، ۲۰۱۱ء) ص ۳۸۳
۵۔ ایضاً، ص ۴۳۱
۶۔ محمد اکرم اکرام، سید، ڈاکٹر، علی مرتضیٰؓ، مشمولہ: دائرہ معارفِ اقبال، جلد سوم، ص ۱۲۰

۷۔ محمد اقبال، علامہ، کلیات اقبال (اردو)، ص ۵۳۹

۸۔ رفیع الدین ہاشمی، ڈاکٹر، اقبال کی طویل نظمیں، (لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۴ء) ص ۴۱

۹۔ محمد اقبال، علامہ، کلیات اقبال (اردو)، ص ۵۳۹

۱۰۔ ظہور الدین احمد، ڈاکٹر، مضمون: حضرت بلال مشمولہ: دائرہ معارفِ اقبال، جلد اول، ص ۵۰۴

۱۱۔ محمد اقبال، علامہ، کلیات اقبال (اردو)، ص ۳۵۱

۱۲۔ ایضاً، ص ۳۵۹

۱۳۔ ایضاً، ص ۳۸۱

۱۴۔ ایضاً، ص ۶۴۸

۱۵۔ مہر، غلام رسول، مطالبِ بالِ جبریل، ص ۳۴

۱۶۔ عبداللہ، سید، ڈاکٹر، مضمون: صوفی، مشمولہ: دائرہ معارفِ اقبال، جلد دوم، ص ۶۸۴

۱۷۔ محمد اقبال، علامہ، مقالاتِ اقبال، مرتب: سید عبدالواحد معینی، ص ۱۶۳

۱۸۔ محمد اقبال، علامہ، کلیات اقبال (اردو)، ص ۲۵۵

۱۹۔ ایضاً، ص ۵۴۰

۲۰۔ عطار فریدالدین، خواجہ، تذکرالاولیا، مرتبہ: نکلسن، ناصر خسرو، تہران، ۱۳۷۰ ہجری، ص ۲۱

۲۱۔ محمد اقبال، علامہ، کلیات اقبال (اردو)، ص ۸۵۲

۲۲۔ محمد اقبال، علامہ، ملفوظاتِ اقبال، مرتبہ: ابواللیث صدیقی (لاہور: اقبال اکادمی ۱۹۷۷ء) ص ۴۷

۲۳۔ محمد اقبال، علامہ، کلیات اقبال (اردو)، ص ۵۱۲

۲۴۔ ایضاً، ص ۵۹۸

۲۵۔ محمد اقبال، کلیاتِ مکاتیبِ اقبال، (جلد سوم)، مرتبہ: مظفر حسین برنی، (دہلی، اردو اکادمی، ۱۹۹۳ء) ص ۵۳۸

۲۶۔ محمد اکرم اکرام، سید، ڈاکٹر، مضمون، شیخ احمد سرہندی، مشمولہ: دائرہ معارفِ اقبال، جلد اول، ص ۱۹۷

۲۷۔ محمد اقبال، علامہ، کلیات اقبال (اردو)، ص ۱۴۱

۲۸۔ نظامی، خلیق احمد، تاریخِ مشائخ چشت، (اسلام آباد: دارالمصنفین، ۲۰۰۸ء) ص ۱۳۶

۲۹۔ محمد اقبال، علامہ، کلیات اقبال (اردو)، ص ۱۵۴

۳۰۔ محمد طاہر فاروقی، پروفیسر، سیرتِ اقبال، (لاہور: فیروز سنز، ۱۹۹۱ء) ص ۴۲